

اور میں اس سے لپٹ کر خوب روؤں۔ باہر تیز بارش برس رہی ہے (کہ ابر بارانِ رحمت آپ کے خط کے ساتھ ساتھ آیا تھا) سامنے کھیت بڑی خاموشی اور سکون سے جس آسودگی سے بارش میں دُھواں دُھواں بھیک رہے ہیں اور ہمارے گاؤں کو آنے والی سڑک بڑی بے فکری سے کھیتوں اور چھوٹے چھوٹے مکانوں کی چھوٹی چھوٹی آبادیوں کے درمیان چمک رہی ہے اور کوئی وقت ہوتا تو میں بھی امی کے منع کرنے کے باوجود پائینچے اٹھا کر صحن میں اس بارش میں ضرور گھومتی بچوں کی طرح اور خوب بھیکتی لیکن اب تو میں سارے جہاں سے بیزار بیٹھی ہوں۔

آپ کو خط لکھتے تین چار ماہ سے زائد نہیں ہوئے شاید مگر ایسا لگتا ہے جیسے ہمیشہ سے ایسا تھا۔ آپ میرے لیے اتنے نزدیک اور اتنے اپنے تھے شاید آپ اتنے اچھے خط نہ لکھتے تو ایسا نہ ہوتا۔ آپ بھی میرے لیے ایک عام انسان رہ جاتے اور کچھ بھی نہ ہوتا۔ میں آپ کو ایک دو خط لکھ کر چھوڑ دیتی جیسا کہ سوچا تھا لیکن جیسا کہ آپ نے بھی لکھا ہے آپ میرے لیے کیا ہیں محض ایک واہمہ سراب اور جنگل کا درخت ایسے جنگل کا درخت جس میں داخل ہونا تو کجا جس کے نزدیک سے گزرنا بھی میرے لیے ممنوع ہو تو میرے لیے بہتر یہی ہے کہ میں آپ کو خط نہ لکھوں اس کے بعد اور اگر کبھی کبھار لکھوں بھی تو بس مختصر اور عام سا خط۔

میں نے اپنے لیے سنجیدگی سے شاید آج تک کچھ اللہ تعالیٰ سے مانگا ہی نہیں کہ کوئی بھی چیز یا انسان اتنا اچھا لگا ہی نہیں... اور جب لگا بھی تو بالکل پاگل پن کے ساتھ بے ہودگی کے ساتھ اور میرے لیے یہ کیسے ممکن ہے کہ آپ اللہ تعالیٰ سے یہ دعا مانگ لیں کہ اے خدا تو چاند کو آسمان سے توڑ کر میرے ہاتھوں میں پھینک دے۔ ظاہر ہے کہ آپ اللہ تعالیٰ سے وہی دعا مانگ سکتے ہیں جو ان کے بھی اختیارات سے باہر نہ ہو بے شک وہ قادر مطلق ہیں مگر کچھ ان کی بھی تو مجبوریاں ہیں جو صاف ظاہر بھی ہیں (نعوذ باللہ)۔ اور چلتے چلتے میرا ایک اور فضول شعر سن لیں

اُٹھا کبھی دھواں نہ کبھی روشنی ہوئی
جلتی رہی حیات یونہی خامشی کے ساتھ

تسلیمات!

آپ واقعی ایک واہمہ ہیں، خواب ہیں، حقیقتوں سے ماورا کوئی شے ہیں، کوئی افسانوی اور کتابی کردار ہی ہیں جو صرف ناولوں اور افسانوں میں ہی ہوتا ہے۔ اصل میں کہیں نہیں ہوتا۔ نہ کہیں کوئی رُودین ہوتا ہے اور نہ کوئی نتالیہ۔ صرف کتابوں میں ہوتے ہیں یہ لوگ۔ اور اگر حقیقت میں ہوں بھی کہیں تو ہم انہیں انورڈ نہیں کر سکتے، انہیں زندہ نہیں رکھ سکتے۔ بعض اوقات ہم انہیں مارنے پر مجبور ہوتے ہیں، مار دیتے ہیں اور بعض دفعہ یہ خود اپنے آپ کو مار دیتے ہیں۔ اپنے حالات کے تحت ایسا کرنے پر مجبور ہوتے ہیں اور وہ زندگی وہ روشنی کبھی نہیں ملتی کہیں نہیں ملتی جو ان کا خواب ہوتی ہے جو یہ گزارنا چاہتے تھے۔ اپنی تمام تر انفرادیت، شعور، خود پسندی، تعلیمی ڈگریوں، خیالات، جذبات اور اپنے تمام تر حسن یا حسن نظر کے باوجود انجام وہی ہوتا ہے مقدر وہی ہوتا ہے جو کسی بھی معمولی اور عام اور جاہل کردار کا مقدر ہوتا ہے۔ وہی مخصوص اور محدود راہ زندگی۔

اس دفعہ عید کے دن بہت زیادہ خوش رہی تھی میں۔ اتنا اہتمام تھا، خوشی تھی، رنگینی تھی اور ہنگامہ پروردن ہنستے ہنستے گزر گیا تھا۔ بے شمار تصاویر رنگین اور سلائیڈز بنائی تھیں۔ سوان ماسکو چلا گیا تھا تو اتنی اداسی کے ساتھ میں سوچتی تھی کہ قرۃ العین نے ٹھیک ہی لکھا ہے کہ ”ہر دلچسپ اور خوبصورت دن ختم ہو جاتا ہے تمام موسم اور زمانے تیزی سے گزر جاتے ہیں اور پیچھے صرف خوف اور تکلیف کا احساس رہ جاتا ہے۔ کہر آلود شاموں میں اس خوف کو میں نے تنہا محسوس کیا۔“ میں نے سوچا بار بار پڑھ کر سوچا کہ ہر خوبصورت اور پُر سحر جذبہ سستا ہو جاتا ہے بد صورت ہو جاتا ہے اور اپنے پیچھے شکستگی اور تکلیف کا بہت پُر حقارت احساس چھوڑ جاتا ہے جس کا دکھ اور تلخی میں نے تنہا محسوس کی۔

ایک تو سوان کے جانے کی اداسی پھر آپ کے خط نے ناخوش کیا اور ایک حادثہ اور ہوا کہ میری تین سال عمر کی براؤن دھاریوں اور براؤن آنکھوں والی بہت خوبصورت بلی تھی جس کا نام روشی تھا براؤنی بھی کہلاتی تھی وہ سبزیوں کے کھیت کے کنوئیں میں گر گئی اور زندہ نہیں نکل سکی۔ بہت سے بچے طوفانی انداز میں پہلے اس

کے گرنے کی خبر لائے پھر اُسے مرا ہوا نکال کر لائے پھر ہم سب نے یعنی میں نے اور پھوپھو کے بچوں نے اور پڑوس کے بچوں نے بہت خاموشی سے اور دُکھ سے اسے پچھلے صحن میں دھریکوں کی چھاؤں میں ایک گوشے میں دفن کیا اور بہت دیر تک وہاں اُداس اور سنجیدہ بیٹھے رہے پھر شام تک بلکہ رات تک جس جس بچے کو خبر ملتی گئی وہ میرے پاس اُس کے افسوس کے لیے آتا رہا۔ شکر ہے کہ اس کا ایک اسی جیسا خوبصورت بلونگ (جس کا نام سوان نے فلفلی رکھا ہے) ہمارے پاس موجود ہے جو ماں کے ساتھ باہر نہیں گیا تھا سب بچے اُس کی قیمتی پرافسوس کرتے رہے اور مجھ سے تصدیق کرتے رہے اُس کی اس محرومی کی اور اُسے کھانے کی چیزیں دیتے رہے۔

”نتالیہ“

تسلیمات!

جیسا کہ آپ نے بھی فرمایا اور میں نے خود بھی غور کیا تو احساس ہوا کہ آپ ٹھیک سمجھاتے ہیں۔ بلاشبہ ہمارے درمیان جو رابطہ ہے وہ انتہائی خوبصورت خوابناک ناقابل یقین اور ایک افسانوی سا طلسم ہونے کے ساتھ ساتھ بے حد معصوم بے گناہ اور بے غرض بھی ہے۔ ایک شدید گہری روحانی مسرت اور سرخوشی کا احساس ہے (ہے نا؟) اور اس میں کوئی بھی بد صورت اور قابل نفرت بات نہیں کوئی بے ہودہ بات نہیں کوئی غلط خواہشات یا ارادے نہیں۔ صرف ہمارے بے ضرر خوبصورت خیالات اور تصورات ہیں سوچیں اور احساسات ہیں جن کے تبادلے سے ہم ایک دوسرے کے حوالے سے اپنی باطنی خوبصورتی کو پہچان رہے ہیں۔ اپنا اندر دیکھ رہے ہیں جو کس قدر خوشی کی بات ہے کہ تاریک نہیں۔ اسی طرح اُجلا اور روشن اور خوبصورت ہے جیسا کہ ہمارا ظاہر (مجھے یقین کریں کہ بے پناہ حیرت ہو رہی ہے یہ سب لکھتے ہوئے کہ کیسے خود بخود ذہن میں آ رہی ہیں یہ باتیں یعنی کیا آپ نے مجھے ایک فلسفی بھی بنا دیا ہے) اور آپ کے سمجھانے پر میں نے بھی سمجھا کہ ہمارے درمیان کوئی ایسی حرکتیں نہیں کہ جن کے خیال سے آدمی خود کو

نادم و مجرم و گرا گرا محسوس کرے۔

لیکن اگر میں کبھی کبھی ایسا محسوس کرتی ہوں تو میرے خیال میں اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ میرا ایک بے حد مخصوص خاندانی پس منظر معیار اور روایات و حالات ہیں جن کی میں گرفتار ہوں (اور آپ کو جاننے سے پہلے یہ سب مجھے اتنا راجھی نہ لگتا تھا) اور اسی کے تحت یہ احساس مجھے مجرم بناتا ہے کہ میں جو کچھ سوچتی ہوں آپ کے بارے میں جو کچھ لکھتی اور اظہار کرتی ہوں (بلا ارادہ بے ساختہ کر جاتی ہوں) وہ میرے لیے ممنوع ہے ناجائز ہے بلکہ حرام ہے۔ (یوں جیسے کوئی قبلے کو چھوڑ کر کسی اور سمت منہ کر کے نماز پڑھے) اور مجھے ایسا سوچنے یا لکھنے کی کوئی اجازت نہیں ہے جیسا کہ میں لکھتی ہوں۔ اسی احساس کے تحت میرے اپنے خوبصورت اور معصوم ترین خیالات بھی اور الفاظ بھی مجھے پشیمان و نادم بنادیتے ہیں۔ جن کا اظہار بھی میں صرف آپ سے ہی کر سکتی ہوں اور آپ کو بھی ڈسٹرب کر دیتی ہوں۔

اور یہاں اپنی فیملی کے معیار یا پس منظر کا ذکر کرنے سے میری مراد یہ ہرگز نہیں ہے کہ میں اپنے آپ کو کسی طرح بھی آپ سے کوئی برتر و بہتر شے سمجھتی ہوں بلکہ جیسا کہ ایک مرتبہ آپ نے بھی تحریر کیا تھا کہ یہ میری موروثی مجبوریاں اور پابندیاں ہیں اور ان سے وابستہ وہ تمام عقیدت و تقدس احترام و پاکیزگی کے تصورات جو بچپن ہی سے مجھے اپنے ارد گرد نظر آئے ہیں اور میری منفرد پسندی کے لیے بڑے مسرت و تفاخر بخش تھے اس درجے کہ یقین کریں میں شاید اپنے آپ کو کوئی شہزادی نہیں بلکہ دیوی سمجھتی تھی جس کے صرف قدموں کو چھونے کے لیے سب بنے ہوں اس سے آگے رسائی کے کوئی قابل نہ ہو اور شاید.... کوئی تھا بھی نہیں اگر تھا تو صرف کتابوں میں خیالوں میں اور ان سب جگہوں میں جن کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں ہوتا، کوئی وجود نہیں ہوتا لیکن پھر ایک دم میں بالکل حیرت زدہ اور سحر زدہ سی رہ گئی کہ کیا کتابوں میں سچ بھی لکھا ہوتا ہے اور رُودین حقیقی بھی ہوتے ہیں اور آدمی کے خیالات و تصورات کو کوئی حقیقی جیتا جاگتا وجود بھی مل سکتا ہے۔ بالکل اچانک اور غیر متوقع طور پر بلکہ غیر حقیقی طور پر مجھے ان سوالوں کا جواب ملا لیکن اس

کچھ جو آپ تصور کر سکتے ہیں، وہ بیان کر سکتا ہے۔ وہ سب کچھ جو آپ سوچ سکتے ہیں وہ سمجھ سکتا ہے اور ایک بے نیازی سے آپ کو یقین دلاتا ہے کہ یقیناً وہ حاکم ہے اور آپ محکوم۔“ میرا خیال ہے کہ میری ڈائری کو آپ کبھی نہ پڑھ سکیں گے۔ اس کی بہت سی باتیں کبھی نہ جان سکیں گے جو مجھے خود بھی کبھی کبھی یقین نہیں آتا کہ میں نے ہی لکھی ہیں۔

خدا تعالیٰ پر مجھے یاد آیا کہ لوگ کہتے ہیں کہ جسے اللہ سے محبت ہو اُسے ہر گل، ہر رنگ، ہر شے میں اسی کا جلوہ نظر آتا ہے۔ تو میں اس وقت بہت محظوظ ہو کر سوچتی ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے معاملے میں تو میرے ساتھ کوشش کے باوجود ایسا ہوا نہیں مگر اس کے ایک ”غازی اور پُر اسرار بندے“ کے معاملے میں ایسا ہو گیا ہے۔ مجھے ہر پھول، ہر شے میں اُس بندے کا بھی جلوہ تو نظر نہیں آتا مگر خیال اُس کا ضرور آتا ہے۔ ہر خوبصورت وقت میں اور ہر خوبصورت چیز اور خوبصورت جذبے کے ساتھ اور کیا مصیبت ہے کہ بالکل روایتی لوگوں کی طرح کبھی کبھی دورانِ نماز بھی۔ مجھے زگس کے پھول بہت پسند ہیں (اور پنڈی میں صرف صدر میں ایک جگہ ملتے ہیں) زگسیت کے مفہوم سے بھی آگاہ تھی لیکن اس کے بیک گراؤنڈ کا علم نہ تھا۔ آپ نے بتایا تو بڑا اچھا اور رومٹیک لگا۔ مجھے کبھی کبھی لگتا ہے کہ میں بھی زگسیت کا شاید شکار ہوں یا رہی ہوں لیکن سوچتی ہوں کہ ایسے ایک انسان کے لیے کیا یہ قدرتی نہیں جسے اپنے منفرد ہونے کا بخوبی احساس بھی ہو لیکن اسے ماحول ایسا ملے جہاں اُس کی انفرادیت کی کوئی پہچان اُس کی مرضی کے مطابق نہ ہو۔

اور ایک مزے کی بات سنیں کہ گزشتہ ہفتے ضیاء الحق دربار پر آیا۔ بابا نے ایک مسجد بنوائی ہے اس کا افتتاح کرنے (آپ کو میں لکھ چکی ہوں نا کہ ضیاء الحق اور اس کی موٹی بیوی سے لے کر اُس کا بچہ اور عملہ پتہ نہیں کیسے اور کیوں بابا کا مرید ہے عرصے سے) تو سارے آس پاس کے گاؤں دیہاتوں کے لوگ دربار پر جمع تھے اور ہمارے سارے رشتہ دار بھی یعنی مرد تمام۔ اور بابا سے ضیاء الحق اندر حجرے میں جا کر ملا۔ ان کے پاس چٹائی پر بیٹھا رہا پھر ان کے پیچھے نماز پڑھی وغیرہ۔ مجھے اتنی کوفت ہوئی میں نے کہا بابا آپ امام خمینی کے نقش قدم پر نہیں چل رہے۔

طرح کہ اب مجھے اپنا یہی انفرادیت عطا کرنے والا ماحول اور اس سے وابستہ ہر چیز بوجھل، مصیبت اور مجبور کر دینے والی لگتی ہے کیونکہ شاید یہی سب کچھ ہے جو مجھے ڈراتا اور پشیمان و نادام بناتا ہے اور احساس جرم پیدا کرتا ہے اور حقیقت اور افسانے کے درمیان حائل ہے۔ مجھے لگتا ہے کہ اگر میں ایک عام گھرانے کی نیم آزاد نیم خود مختار لڑکی ہوتی تو شاید یوں خود کو مبتلائے خوف و ندامت نہ پایا کرتی اور حقیقت اور افسانے کے درمیان حائل اس دیوار کو پار کر کے قرۃ العین کے الفاظ میں کہہ سکتی کہ ”ہاں میں ضرور آگے جاؤں گی اور دیکھوں گی وہاں کیا ہے وہاں جہاں تاریکی روشنی ہے غلطیاں صحیح ثابت ہوتی ہیں اور زندگی خواب اندر خواب ہے ایسے خواب جنہیں میں چھونا چاہتی ہوں۔“

اور کیا آپ یقین کریں گے کہ اس دفعہ چاند رات کو موم بتی کی روشنی میں (کیونکہ گاؤں کی بجلی خرابی کے بعد چلی گئی تھی) کیجو (میری نیم دوست اور نیم خادمہ) کے ساتھ اپنے کمرے میں خاموشی سے اپنے ہاتھ پر مہندی کے پھول بناتے ہوئے میں نے آپ کے بارے میں بے شمار باتیں سوچیں جو آپ کبھی بھی نہ جان سکیں گے (مہندی مجھے پسند نہیں ہے خاص طور پر اس کی خوشبو مگر کچھ نقش و نگار بنانے کے شوق اور کچھ امی کی خواہش کی خاطر لگاتی تھی۔ اب پچھتا رہی ہوں اترتی ہی نہیں) پھر صبح سویرے سے کچھ پہلے ایک دم آنکھ کھلی تو پتہ چلا اُس خواب سے جاگی ہوں جس میں آپ بھی تھے اور سردیوں کا موسم تھا آپ گرم کپڑوں میں تھے۔ بڑا افسوس ہوا جاگنے کا اور خواب ٹوٹنے کا۔ فوراً ہی دوبارہ سونے کی کوشش کی اور جب صبح کو جاگی تو خشک مہندی ہاتھوں سے چھڑاتے ہوئے یقین کیا کہ صبح صادق کے وقت آنے والے خواب کبھی سچ نہیں ہوتے لوگ غلط کہتے ہیں کہ اس وقت سچے خواب آتے ہیں۔ میں نے اپنی ڈائری کا مرکزی حصہ دل ہی دل میں آپ کے نام کیا ہوا ہے اور خالی چھوڑا ہوا ہے جب کبھی بھی میرے ذہن میں آپ سے متعلق کوئی خوبصورت بات جنم لیتی ہے میں اس میں لکھ دیتی ہوں بغیر کسی نام یا حوالے کے۔ تو میں نے آپ کا یہ خط پڑھنے کے بعد اس میں لکھا ”اُس کا احساس“ اس کا خیال یقین دلاتا ہے کہ آپ کچھ بھی نہیں ہیں اور وہ سب کچھ ہے۔ وہ سب

ضیاء الحق کو دربار پر بلانا حسینیت نہیں یزیدیت کا ساتھ دینا ہے۔

اور مجھے یقین ہے کہ بابا مجھ سے ناراض ہی ہوں گے کیونکہ ایک تو میں ان سے کوئی سفارش کرانے کا ارادہ نہیں رکھتی اور پھر وہ مجھ سے اپنی سوانح حیات لکھوانے کا ارادہ کر رہے ہیں۔ صدیوں پرانے ہمارے اجداد کے شجرے اور حالات و واقعات کی بوسیدہ تحریریں مجھے بھجوائی ہیں۔

اور پرسوں میں نے موت سے بہت خوف محسوس کیا۔ تمام رات میں سو نہیں سکی۔ ہوا یہ کہ گاؤں کی ایک لڑکی جو تقریباً میری سہیلی تھی اور بہت زندہ دل، ہر وقت ہنسنے ہنسانے والی خوش باش شوخ لڑکی تھی اچانک مر گئی کوئی رگ پھٹنے سے۔ تو میں اپنے خاندان کے علاوہ گاؤں میں بہت کم باہر نہیں جاتی ہوں مگر اس کی موت پر گئی۔ اس کا چہرہ مر کر بھی اتنا شگفتہ تھا جیسے ہنستے ہنستے سو گئی ہو اور انہوں نے اسے دلہن بنا کر لٹایا ہوا تھا تمام زیورات اور سرخ زرتار دوپٹہ اوڑا کر۔ میں نے اتنا عجیب خوف اتنا عجیب احساس محسوس کیا اتنی عجیب بے بسی محسوس کی کہ میں کتنی ہی دیر اس کے سر ہانے بالکل قریب کھڑی اسے دیکھتی رہی۔ میں نے چاہا کہ میرا کوئی آنسو بہے کیونکہ سب کے بہہ رہے تھے مگر ایسا نہیں ہوا۔ مجھے یاد نہیں کہ کون کون عورتیں میرے پاس آ کر میرے سر پر ہاتھ پھیرتی رہیں۔ میرا ہاتھ اٹھا کر چومتی رہیں اور کیا کیا کہتی رہیں۔ جب میں وہاں سے آ گئی تو مجھے میرے ساتھ جانے والی لڑکی ستارہ نے بتایا کہ بی بی جان آپ کبھی کہیں نہیں جاتیں نہ میت پر تو سب عورتیں اتنی حیران ہو گئی تھیں آپ کو دیکھ کر کھڑی ہو گئی تھیں آپ کو دیکھنے کے لیے اور آپ کے پاس آ کر آپ کی خیریت پوچھتی رہیں، پیار دیتی رہیں مگر آپ کسی کی بات کا جواب ہی نہیں دے رہی تھیں۔ کسی کو دیکھ ہی نہیں رہی تھیں۔ ساری رات بھی مجھے اسی کا خیال رہا اور میں سوچتی رہی کہ وہ کیسے اُسی انداز میں قبر میں لیٹی ہوگی، وہی اُس کی بھوؤں کا زاویہ ہوگا۔ وہی اُس کی خوبصورت ناک ہوگی۔ اتنی پریشان رہی میں رات بھر۔

اور کل میں نے ملکہ فرح کی خودنوشت ایک اخبار میں پڑھی اور ملکہ کا ایک جملہ بالکل اپنا لگا کہ ”مجھے اپنی زندگی کے لیے ایسا شخص پسند نہیں تھا جو میرا غلام

بن کر رہ جائے بلکہ میں چاہتی تھی کہ کوئی مجھے کنیز بنانے کی صلاحیت رکھتا ہو۔“
 اور دیکھیں میں کل شام کو روزہ کھولنے کے بعد بابا کے پاس گئی تھی
 دربار پر۔ بہت مزہ آیا۔ بابا نے مجھے کئی چھوٹے موٹے تحفے دیئے میرا پسندیدہ
 ایرانی قہوہ بھی پلوایا (ان کے خصوصی خادم کا بنایا ہوا۔ باقی سب تو ملنگ نما خادم ہیں
 جو دربار پر پھرتے رہتے ہیں)۔

میں نے موم بتیوں کی روشنی میں بابا کے بہت سے کام کیے (کیونکہ بجلی
 گئی ہوئی تھی ورنہ دربار تو اب بقیعہ نور بنا رہتا ہے)۔ پھر میں نے بابا کے خصوصی
 ہاتھ روم میں جا کر حسب عادت ان کے تمام قیمتی صابنوں سے باری باری منہ ہاتھ
 اور پیر دھوئے۔ ہر کولون ٹیسٹ کر کے دیکھا پھر خادم کو ساتھ لے کر (کیونکہ ملنگوں
 سے مجھے اتنا ڈر لگتا ہے) گھر چلی گئی۔

”نتالیہ“

تسلیمات!

جب میں کراچی گئی تھی تو ساتھ پڑھنے کے لیے ”رودین“ لے گئی تھی۔
 دوبارہ پڑھنے کے لیے۔ اسے دوبارہ پڑھتی رہی تو آپ زیادہ زیادہ رودین محسوس
 ہوتے رہے۔ بالکل آپ جیسا مزاج اور باتیں تھیں رودین کی۔ رودین نے نتالیہ کو
 صرف ایک خط لکھا تھا ایک دفعہ اور وہ حیرت انگیز طور پر آپ کے خطوط کی طرح تھا
 مثلاً اُس خط کے آخر میں رودین لکھتا ہے کہ ”میں تمہارے لیے مکمل مسرت کا
 خواہشمند ہوں۔ خدا حافظ۔“ کبھی کبھی مجھے یاد کر لیا کرنا۔ مجھے اُمید ہے کہ تم پھر میرا
 ذکر سنو گی۔“ اس خط کے بعد رودین چلا گیا تھا۔ بالکل آپ کی طرح وہ نتالیہ سے
 باتیں کرتا تھا۔ کبھی وہ نتالیہ سے کہتا تھا کہ ”بعض تار ایسے ہوتے ہیں جنہیں میں
 بالکل نہیں چھوٹا۔ میرا دل.... کسے یہ جاننے کی ضرورت ہے کہ اس پر کیا کچھ گزر چکا
 ہے۔ سب لوگوں کے سامنے معائنے کے لیے اس کی نمائش کرنا مجھے ہمیشہ کسی
 مقدس چیز کی توہین کی طرح لگتا ہے.... لیکن تم میرے اعتماد کو دعوت دیتی ہو۔
 تمہارے ساتھ میں صاف گوئی سے کام لے سکتا ہوں۔ میں تم سے نہیں چھپا سکتا

کہ..... اور میرا دل رنج و مسرت دونوں کی فراوانی سے آشنا ہو چکا ہے۔“ ایک دفعہ وہ محبت کا ذکر کرتے ہوئے کہتا ہے کہ ”میری اُمیدوں‘ میرے خوابوں اور میری ذاتی مسرت میں کوئی بات مشترک نہیں ہے۔ محبت.... میرے لیے نہیں ہے.... میں اس کے قابل نہیں ہوں.... میں بوڑھا ہو چکا ہوں (جس طرح آپ نے لکھا تھا اپنے لیے) میں کسی کو اپنے عشق میں دیوانہ کیسے بنا سکتا ہوں۔ خدا کرے کہ میں خود ہی دیوانہ ہونے سے بچا رہوں۔“

میں آپ کو مکمل طور پر بھول جانے کی فکر میں تھی۔ اگرچہ ایسا ہو نہیں سکا۔
”نتالیہ“

تسلیمات!

آپ نے لکھا ہے کہ ”تم نہیں جانتیں کہ میں کتنا الجھا ہوا سا شخص ہوں“ واقعی میں نہیں جانتی مگر یہ بات ضرور جانتی ہوں.... کہ ہمیشہ سے سوچتی تھی کہ میری تمام تر چاہت اور ہر چیز کا حق دار جو کوئی بھی ہوگا.... وہ بہت الگ سا الجھا سا شخص ہوگا۔ عام انسانوں کے ہجوم میں منفرد اور مختلف اور مجھ سے کئی سال بڑا.... اور ہر لحاظ سے اتنا بڑا مکمل اور ہمہ گیر کہ اس کے آگے اپنا آپ بالکل بچہ لگے....

دھوپ بڑی چمکیلی اور خوشگوار ہے اور کھیتوں پر اتنی آسودگی اور سکون و محبت سے بچھی ہوئی ہے۔ مویشی بے فکری سے چر رہے ہیں۔ عورتیں اتنی خواہش اور مزے سے سبز کھیتوں میں سروسوں کا ساگ توڑ رہی ہیں۔ جنگلی جھاڑیوں کے بیر اتنے ہی سرخ‘ شیریں اور لذیذ ہیں اور میری ننھی سہیلیاں اور ننھے دوست اپنے ہاتھوں کو کانٹوں سے زخمی کر کے اتنے پیار اور شوق سے یہ بیر میرے لیے چن کر لا رہے ہیں۔ ہمیشہ کے سرما کی طرح اس دفعہ بھی غریب اور پر خلوص سادہ محنت کش بوڑھیاں میرے لیے نشاستہ‘ تل‘ مونگ پھلیاں دعاؤں کے ساتھ لے کر آ رہی ہیں۔ میری سہیلیاں اتنی خوش مزاج اور مہربان ہیں۔ اور بقول قراۃ العین ”زندگی کا طلسم اتنا مکمل ہے“ پھر بھلا میں کیوں اداس ہوں۔ ان پیاری حقیقتوں کو فراموش کر کے محض ایک خواب‘ ایک خیال کے لیے دکھی ہوں۔

آپ کا خیال تو اتنے خواب دکھاتا ہے کہ بتانے لگوں تو خط کبھی ختم نہ ہو.... اس شب کی صبح بھی میں نے ایک خواب دیکھا تھا اس صبح کچھ تو رات بھر کی اذیت بے چینی اور ایک مختصر اور بے چین نیند کی وجہ سے اور کچھ دربار پر سونے کی وجہ سے میں صبح کو جلدی جاگ گئی تھی بلکہ شاید سوئی ہی نہ تھی۔ فجر کی نماز کے بعد (اور اس دوران بھی بے اختیار روتی رہی تھی) میں بابا کی ایک گرم چادر لپیٹ کر باہر نکل آئی تھی اور صبح کے ہلکے ہلکے اجالے میں باہر ساری چادر دیواری کے اندر پھرتی رہی تھی۔ اکیلی اور خاموش۔ فاتحہ پڑھتی رہی تھی اور یقین کریں اس کچھ اجالے کچھ اندھیرے کے پُر اسرار سے وقت میں سب کچھ اتنا عجیب پُر سحر اور پُر اسرار لگ رہا تھا۔ درخت بام و در راستے امام بارگاہ کے ”علم“ اور نشانیاں اور اپنے بزرگوں کی بلند و بالا سفید قبریں یقین کریں ایسا لگ رہا تھا خود کو جیسے کہ میں بھی کوئی روح یا کوئی آسمانی یا غیر انسانی شے ہوں انسانوں میں سے نہیں ہوں.... مگر آپ کا خیال تب بھی ہمراہ تھا۔ میں نے سوچا تھا ایک انوکھا خواب دیکھا تھا کہ جیسے میں ہمیشہ دربار پر رہتی ہوں ہر روز صبح اسی وقت اسی طرح گھومتی ہوں.... یہاں تک کہ ایک دن اس دھندلے پُر اسرار اجالے میں اچانک کسی درخت کے پیچھے سے نکل کر آپ میرے سامنے آکھڑے ہوتے ہیں اور میں بڑے اطمینان سے کہتی ہوں تو تم آخر آ ہی گئے۔ میں تمہاری منتظر تھی اور مجھے معلوم تھا کہ تم ایک دن یہاں ضرور آؤ گے۔ کسی نہ کسی دن یہ راستے تمہیں یہاں لے آئیں گے میرے پاس لے آئیں گے کیونکہ یہاں اتنی اچھائی ہے اتنی سچائی ہے اتنا حسن اور اتنی پاکیزگی ہے اتنا سکون اور محبت ہے اتنے خواب ہیں.... اور صرف تم ان سب چیزوں کے اہل ہو.... ان کے امین ہو۔ یہ سب صرف تمہارے لیے تخلیق ہوئی ہیں یہ الوہی اچھائیاں اور حسن اور مسرتیں اور اسی لیے مجھے یقین تھا کہ تم کبھی نہ کبھی اس جگہ ضرور آؤ گے اور پتہ نہیں کتنی دیر میں اس خواب میں کھوئی رہتی کہ بابا کے خاص خادم (جنت میں شیطان) نے مجھے پھرتے دیکھ لیا تھا۔

تسلیمات!

امید ہے کہ اب تک آپ کا زکام دور ہو چکا ہوگا۔ یہ ہوتا ہی بہت بد مزہ شے ہے۔ اس سے تو بہتر لگتا ہے کہ آدمی کو سیدھا سیدھا بخار ہی ہو جائے اور وہ کم از کم لیٹ کر ہی سکون محسوس کر سکے۔ معلوم ہوا کہ آپ کے نزدیک مجھے خط لکھنا ایک غیر سنجیدہ کام ہے کیونکہ کوئی سنجیدہ کام زکام میں نہیں کیا جاسکتا (یہی تحریر کیا ہے نا آپ نے) ظاہر ہے آپ کے لیے یہ کام سنجیدہ ہو بھی نہیں سکتا کہ رُودین کے لیے بس اپنی دانشوری اور علم و ادب کی محفلوں، انقلابی مباحثوں و مراسلوں میں لگا رہنا ہی سنجیدہ کام تھے اور نتالیہ بیچاری جو اکثر گرم خوبصورت شبنمی صبحیں، شبنم آلود گھاس پر ننگے پاؤں چلتے ہوئے اور اکثر دلنشین شاہیں کسی درخت کے نیچے خاموش بیٹھے غروب آفتاب دیکھتے ہوئے اس خیال اور امید میں گزار دیتی تھی کہ ابھی رُودین برآمد ہوگا اور اس سے وہی اپنی پُرسحر و پُرقار گفتگو کرے گا ساتھ ساتھ ٹہلتے ہوئے (جیسے کہ وہ کبھی کبھی کرتا تھا) تو رُودین صاحب کے لیے نتالیہ کا یہ انتظار اور امید بالکل غیر سنجیدہ اور بچکانہ تھا۔ میں نے اتنی بے شمار ناولیں پڑھی ہیں مگر یہ رُودین پتہ نہیں پڑھی کیوں تھی اور اگر پڑھی تھی تو پھر ایوان ترغیف نے یہ کردار جیسے صرف آپ کے لیے ہی کیوں تحریر کیا تھا۔

اس خط میں بھی آپ نے میری ناول کے متعلق پوچھا ہے تو میں اسے دوبارہ لکھ تو رہی ہوں، کبھی زندہ دلی سے کبھی مردہ دلی سے۔ اب آپ کا خط پڑھا تو پھر شوق ہوا کہ اس پر تیزی اور باقاعدگی سے کام کروں اور ختم کردوں انجام چاہے جو کچھ بھی ہو۔ اس کے ماحول کے لیے یہ ہے کہ جیسا کہ آپ نے بھی تحریر کیا تھا کہ ناول ایک وسیع کینوس ہے اس میں ہم کئی لوگوں، معاشرتوں اور ماحولوں (ماحول سے) کا ذکر کر سکتے ہیں تو میری ناول میں رومی ماحول کا تذکرہ ہے مگر مرکزی طور پر نہیں۔ یوں سمجھئے اس میں کاننٹ کے ماحول کا بھی تذکرہ ہے خاص طور پر وہ مقدس، شفیق، باوقار اور سنجیدہ سنجیدہ فادرز اور مدرز (Nuns) جو مجھے بہت گہرے طور پر اب بھی یاد ہیں اور حضرت عیسیٰ و حضرت مریم کے مجسموں اور چرچ اور خوبصورت گہرے پُرسکون خوشبودار گوشوں کی خاموش ٹھنڈک اور چرچ

کے کمپاؤنڈ سے چکوترے اور لوکاٹ چرانے جیسی حرکتیں اور پھر کاننٹ کی وہ میری کچھ کلاس فیلوز جو کاسمن روم کو غیر ملکی سگریٹوں کے معطر دھوئیں سے بالکل بھر دیتی تھیں۔ گھنٹوں تاش کھیلتی رہتی تھیں۔ کتابوں میں مغربی فن کاروں کی بے ہودہ تصاویر رکھتی تھیں۔ میں ان کے گردپ میں نہیں تھی اور ہمیشہ ان سے بچتی اور گھبراتی بلکہ یوں کہیے ڈرتی تھی (تب میں ایف۔ اے کر رہی تھی مگر سخت احمق ہوا کرتی تھی) مگر اس کے باوجود وہ مجھے پسند کرتی تھیں شاید اس لیے کہ میں ان کے نزدیک کوئی بہت افسانوی اور تاریخی سی شے ہوا کرتی تھی بقول ان کے اتنی ہارٹ ڈیشنگ حد تک Pretty مگر اس کے باوجود اتنی Simple اور کیوٹ اور Innocent اور پتہ نہیں کیا کیا۔ وہ مجھے کہتی رہتی تھیں مجھے تب بُرا لگتا تھا اور اب یاد آتا ہے تو اچھا لگتا ہے کہ انہوں نے میرے کیا کیا نام رکھے ہوئے تھے۔ کوئی سنڈریلا کہتی تھی، کوئی میڈونا (حالانکہ مجھے آج تک معلوم نہیں کہ میڈونا کون تھی) کبھی Sleeping Beauty کہہ کر پریشان کر دیتی تھیں اور کبھی ڈمپل اور پتہ نہیں کیا کیا۔ مجھے یاد ہے کہ وہ اتنی فضول فضول باتیں کیا کرتی تھیں کہ اکثر میں بالکل رونے والی ہو جاتی تھی۔ تب وہ سنجیدہ ہو جاتی تھیں اور مجھے بہت پیارا اور خلوص سے سمجھانے لگتی تھیں کہ ہم تو تمہیں یہ احساس دلانا چاہتے ہیں کہ تم بہت پیاری سی لڑکی ہو مگر بہت سادہ ہو تم اور تمہیں اپنا کوئی احساس ہی نہیں ہے۔

آپ مڈل کلاس سے ہیں تو یہ اچھی بات ہے۔ میں نے عزیز احمد کی ایک کتاب میں ایک یادگار بات پڑھی تھی کہ یہ صرف مڈل کلاس کی خواتین ہوتی ہیں جو حیا اور معصومیت رکھتی ہیں اور ان کا تحفظ کرتی ہیں۔ نچلی کلاس تحفظ کی استطاعت نہیں رکھتی اور اپر کلاس بے کفظمی کی استطاعت رکھتی ہے تو اس بات کی وجہ سے مجھے مڈل کلاس پسند ہے حالانکہ کبھی کبھی یوں بھی لگتا ہے کہ جیسے میں اپنی کلاس اور اپنے ماحول میں سخت این فٹ ہوں اور مڈل کلاس کے مرد بھی غالباً بہت بادشاہ ہوتے ہیں۔ میرا خیال ہے کہ آپ بھی ایسے ہی ہیں۔

میں سوچتی ہوں کہ ہماری بہن بھائیوں کی فیملی میں اب جس پہلی بچی کا اضافہ جب بھی ہوگا میں خاندانی نام کے ساتھ ساتھ اس کا ایک اپنی پسند کا روسی نام

بھی رکھوں گی مثلاً تانیہ، نطاشہ وغیرہ لیکن نتالیہ ہرگز نہیں رکھوں گی کیونکہ میں نہیں چاہوں گی کہ وہ بھی زندگی میں ایک زودین سے محروم رہے اور محض کسی لینڈ لارڈ کی بیوی بن کر رہ جائے۔

آپ نے تو مذاق بنالیا۔ ویسے ایک دفعہ اس بندوق نے واقعی میرا بڑا مذاق بنوایا تھا جب میں نے نئی نئی سیکھی تھی چلانا تو ایک شام جبکہ گھر میں کچھ مہمان بھی تھے ناصر بھی (اگرچہ تب ہماری منگنی نہیں ہوئی تھی ابھی لیکن میرا خیال ہے کہ ناصر کے دل میں جب بھی کچھ غلط خیالات تھے) اور سوان بھی تب ابھی ماسکونہ گیا تھا جانے کو تھا تو اس نے چاہا کہ میں ذرا سب کو اپنی نشانہ بازی کی ٹریننگ دکھاؤں اور کچے صحن میں شہوت پر بیٹھی ہڈ ہڈ کو نشانہ بناؤں تو میں نے ایسا کیا (ناصر اور سوان اُسی وقت شکار سے واپس آئے تھے) اور درخت سے کوئی چیز گری بھی۔ میں بے حد فخر سے اور خوشی سے بھاگی اپنا شکار دیکھنے لیکن وہ تو محض ایک کپڑے کی گیند تھی کسی بچے کی اور ہڈ ہڈ صاف اڑ گیا تھا۔ سب کا ہنستے ہنستے بُرا حال ہو گیا اور والد صاحب جو اتنا کم ہنستے ہیں وہ بھی بہت ہنسے۔

دیکھئے میں اس ماحول میں شاعرہ بننا بالکل نہیں چاہتی (اگرچہ خوابوں میں اپنے آپ کو کشمیر کی حبہ خاتون اور یونان کی سیفو سے کچھ کم نہیں سمجھتی) صرف ایک ناول لکھنا چاہتی ہوں۔ ہر دفعہ اس قدر طویل خط لکھنے پر شرمندہ ہو جاتی ہوں اور باتیں ختم ہی نہیں ہوتیں پتہ نہیں آپ کیا سوچتے ہوں گے۔

”نتالیہ“

تسلیمات!

عین اس وقت کہ جب لاہور جانا تھا اتنا سخت فلو ہو گیا مجھے۔ سخت نزلہ زکام، گلا خراب اور بخار۔ غالباً ایسا باجی کی کزن کی شادی کے دوران مسلسل چاول کھانے، بریلے پانی پینے اور پھر گلا پھاڑ پھاڑ کر Cheap ترین پنجابی فلمی گیت ڈھولک پر گانے سے ہوا (اور ہمارے خاندان کی فرسودہ روحوں یعنی بوڑھیوں کے خیال میں میرا اس طرح سے وے چھڈ میری بیٹی نہ مروڑ... گانا بھی اعلیٰ تعلیم کا ایک

نتیجہ ہے) گویا ان کے خیال میں یہ کوئی انگریزی گیت ہے اور حیرت سے منہ پھاڑے وہ میری صورت دیکھتی رہتی ہیں ان کے علاوہ گاؤں کی کچھ اور بوڑھیاں بھی جو بیچاری یہ سمجھتی ہیں کہ ایک سیدزادی اور پیرزادی کو بس میلاد شریف میں نفیس اور سلام ہی پڑھنا زیبا ہے۔

ابھی ”اینا کرینا“ دیکھنی ہے۔ ویسے یہ رات کے پروگرام دیکھنا بہت اچھا لگتا ہے مکمل تنہائی اور خامشی اور کوئی بھی انہیں دیکھنا پسند نہیں کرتا۔ کبھی کبھی ایسا لگتا ہے کہ جیسے ہر چیز ایک خواب اور خیال ہے نہ آپ کی کوئی حقیقت اور حقیقی وجود ہے نہ میرا اور ہم کوئی کردار ہیں کسی کتاب کے۔ آپ کو لکھتے ہوئے بھی ایسا ہی لگتا ہے کہ جیسے میں نہیں بلکہ میرا تخلیق کردہ کوئی کردار سوچ رہا ہے لکھ رہا ہے اور سب کچھ خواب و خیال ہے آپ بھی صرف ایک کتابی تخلیق ہیں۔ حقیقتیں اتنی خوبصورت کب ہوتی ہیں بھلا بالکل خوابوں جیسی۔

پچھلے دنوں ایک مجلس پر میری ایک شہر کی دوست آئی تو کہنے لگی میں نے بہت مزیدار چینی کھانے پکانے کا کورس کیا ہے تم آؤ کسی دن تو کھلاؤں بھی اور سکھاؤں بھی۔ مجھے ایک دم یاد آیا کہ آپ نے ایک دفعہ لکھا تھا کہ آپ کو چینی کھانے بہت پسند ہیں۔ بہت خوش ہو کر کہا کہ ضرور آؤں گی۔ پھر بعد میں سوچا کہ کیا فائدہ ہوگا اس سے کارآمد ہوگا کہ اپنی کئی کزنز کی طرح تندور میں روٹیاں لگانا سیکھ لوں بغیر ہاتھ جلانے۔

آپ کو تو رُوسی زبان یقیناً کچھ نہ کچھ آتی ہی ہوگی میں نے بھی سوان سے کچھ کچھ سیکھی ہے۔ اُسے تو اتنی عادت ہے رشمن بولنے کی کہ جب آیا تھا تو پہلے دو چار روز اکثر اُس کی زبان سے کوئی نہ کوئی جملہ اور الفاظ رُوسی میں نکل جاتے باتوں کے دوران۔ میں نے بھی سیکھا ہے کہ دودھ کو ملا کو کہتے ہیں۔ آسموں کو دُبشے ریچھ کو مشکا اور ہاں اور نہیں کے لیے دا اور نیت وغیرہ۔

سوان گزشتہ ماہ کی 17 کو آیا تھا اور اس ماہ کی 28 کو چلا جائے گا۔ یہ تین سال باہر رہ کر وہ اب پہلے جیسا لا اُبالی اور ضدی سا لڑکا نہیں رہا ہے بلکہ ایک سنجیدہ سا ذمہ دار سا باشعور مرد لگتا ہے۔ صحت اور وزن بھی ماشاء اللہ پہلے سے زیادہ

ہے اور اس قدر بڑے بڑے بال (جو والد صاحب نے تیسرے دن ہی مختصر کر دئیے) اور مونچھیں۔ فیض صاحب کے لیے کہہ رہا تھا کہ ان دنوں ہوٹل روسیا میں ہوتے ہیں اور پنجابی شاعری کرتے ہیں۔ ہم لوگ اکثر ملنے جاتے ہیں اور فیض صاحب گھونٹ گھونٹ واڈ کا کے ساتھ اپنے اشعار سناتے ہیں۔ اسی طرح ایک اور غالباً ایک مشہور صحافی عبداللہ ملک کی باتیں کر رہا تھا کہ بیوی کی موت کی خبر پر وہ بچوں کی طرح روتے تھے اور ہم لوگ 8 تاریخ کو انہیں ایئر پورٹ پر چھوڑنے آئے تھے پاکستان کے لیے۔

ویسے مرد خواہ کتنے ہی آزاد اور ترقی پسند کیوں نہ ہو جائیں اپنے گھر کی خواتین کے لیے وہ رجعت پسند یا قدامت پسند (شاید یہی رجعت پسند کا مطلب ہے) ہی رہتے ہیں ہمیشہ۔ مجھے یقین ہے کہ آپ بھی ایسے ہی ہوں گے اور شاید ایسا ہونا بھی چاہیے۔ ایک دن میں نے کسی بات پر سوان سے کہا کہ کاش میں بھی کبھی ماسکو میں یونیورسٹی میں پڑھنے جاسکتی جرنلزم یا کچھ اور۔ تو وہ کانوں کو ہاتھ لگانے لگا اور کہنے لگا تو بہ تو بہ کرو وہاں کا ماحول اور پاکستانی لڑکیوں کے حالات ایسے ہیں کہ میں یہ کبھی گوارا نہیں کروں گا کہ تم تو کیا میرے خاندان کی کوئی بھی لڑکی وہاں پڑھنے جائے۔

”نتالیہ“

تسلیمات!

آپ نے اسے حماقت کہا اور شاید درست کہا لیکن اس کا کوئی علاج نہیں کہ میں آپ کو آئیڈیل بنانا نہیں چاہتی بلکہ بنا چکی ہوں شاید۔ وہ سب کچھ جو مجھے پسند ہے جس کے بہت خوبصورت خواب میں نے ہمیشہ سے دیکھے ہیں۔ وہ سب کچھ مجھے آپ کے خطوط سے آہستہ آہستہ پتہ چلا کہ آپ میں ہے۔ آپ کی طرح میرے لیے بھی یہ بہت خوبصورت اور حیرتناک مسرت کی بات ہے کہ سچ مچ کوئی ایسا ہو سکتا ہے جیسا کہ ہم نے سوچا تھا لیکن مجھے یہ بھی اچھی طرح معلوم ہے کہ حقیقت اور آئیڈیلز بالکل الگ چیزیں ہیں۔ آپ آئیڈیلز کو دل میں چھپا کر رکھ

سکتے ہیں ان کے ساتھ نہیں رہ سکتے یا انہیں ساتھ نہیں رکھ سکتے اس لیے میں صرف یہ سوچتی ہوں کہ میں آپ کو کبھی بھی بھول نہیں سکوں گی۔ ملک سے باہر چلی جاؤں تب بھی نہیں۔ آپ کو کوئی خط نہ لکھوں تب بھی نہیں۔ آپ مجھے ہمیشہ یاد رہیں گے یہ مجھے بالکل یقین و اعتماد ہے۔ بالکل اسی طرح جس طرح آپ تاریک قید خانوں میں بھی رہیں لیکن روشنی دھوپ اور مدھم چاندنی کا تصور بھول نہیں سکتے۔

میری امی اور پھوپھیاں اکثر ناراض ہوتی رہتی ہیں کہ تم نہا کر اور بال کھول کر درختوں کے نیچے اور چھت پر ننگے سر نہ پھرا کرو (ہماری چھتوں کی دیواریں کافی اونچی ہیں یعنی منڈیریں) جن غالباً عاشق ہو جائیں گے تو مجھے ہنسی آ جاتی ہے اور زیادہ زیادہ پھرتی ہوں۔ ایک مرتبہ تو میں نے چھوٹی پھوپھو سے کہا (وہ دوستوں کی طرح ہیں میرے ساتھ) کہ کاش مجھے پتہ ہو جن کس وقت اور کس درخت پر ملتے ہیں تاکہ میں پھر خوب بالوں میں پھول وغیرہ سجا کر وہاں پھروں تو وہ بالکل کانپ گئیں اور کہنے لگیں تو بہ تو بہ کرو ویسے یونہی احتیاطاً تمہیں روکا جاتا ہے ورنہ سیدزادیوں پر تو جن آ ہی نہیں سکتے دور بھاگتے ہیں تو میں نے اس قدر افسردگی سے کہا (کہ انہیں بھی ہنسی آ گئی) کہ ہائے کیا یہی خبر سنادی آپ نے میں نے تو یہ بال روزانہ اور شہد سے دھو دھو کر اس لیے اتنے لمبے اور خوبصورت کیے تھے کہ کسی دن ضرور کوئی معمولی جن نہیں کوئی شاہ جنات قسم کی شے انہیں دیکھے گی اور مر مٹے گی اور آپ نے سنا دیا کہ سیدزادیوں پر جن مرتے ہی نہیں۔

جناب اگر میں اپنے والد صاحب کو بتا دوں کہ میں کسی کو خط لکھتی ہوں اور کوئی مجھے لکھتا ہے (چاہے ان خطوں میں ہم احادیث اور عبادات پر ہی بات کیوں نہ کرتے ہوں) تو وہ مجھے قتل کر دیں۔

”نتالیہ“

تسلیمات!

آپ کو خط لکھنا بھی میرے لیے کوئی کافرانہ بات بن گئی ہے کہ گزشتہ خط کے بعد یہ کوئی چھٹایا سا تواں خط ہے جو آپ کو لکھ رہی ہوں لیکن میں دل سے سخت

ناراض و نالاں تھی اس لیے ہر بار خط لکھتی اور پھر پھاڑ دیتی تھی کہ آپ کا خط آ گیا اور میں نے فیصلہ کیا کہ اب جو خط لکھوں گی پھاڑنے کے لیے نہیں ہوگا۔

بے حد شکریہ آپ نے مجھے ”میڈونا“ کے بارے میں بتایا اور آپ ہی تھے صرف جو بتا بھی سکتے تھے (مولانا رُودین جو ہوئے) ورنہ میں ساری زندگی یہ سمجھتی رہتی کہ میڈونا ونس کی طرح کوئی یونانی یا رومن دیوی ہوگی ذرا خوبصورت سی۔ ویسے وہی قرۃ العین حیدر والی بات کہ میری زندگی میں کبھی کوئی ایسی محفل یا ماحول نہیں آئے گا جہاں مجھے میڈونا کا مطلب نہ جاننے پر اپنی جاہلیت پر شرمندہ ہونا پڑتا یا اپنی علمیت کا اظہار کرنا پڑتا۔ جس طرح آپ نے رافیل کی میڈونا اور مائیکل انجلو کی میڈونا بتایا تو مجھے یاد آیا کہ میری وہ ساتھی مجھے ہمیشہ ”ہماری میڈونا“ کہا کرتی تھیں۔

یہ تو ایک طے شدہ بات ہے کہ آپ ایک محترم اور آئیڈیل انسان ہیں جب کہ میں خود پتہ نہیں کیسی ہوں کیا ہوں (اب اپنے آپ کو بُرا تو آپ کے خوف سے نہیں لکھتی) آپ نے مجھے اس قدر خوبصورت اور باوقار خطوط لکھے ہیں ہمیشہ۔ اتنے پیارے بالکل اچھی کتابوں کے اچھے لوگوں جیسے خطوط۔ ایک آئیڈیل انسان کے آئیڈیل خطوط کہ جن کے بارے میں میں کبھی سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ کبھی حقیقت میں مجھے ایسے الفاظ، جملے، خیالات اور دوسری تمام باتیں پڑھنے کو ملیں گی جو کسی کتابی یا فرضی کردار کی نہیں بلکہ کسی حقیقی انسان کی باتیں اور خطوط ہوں گے اور ہوں گے بھی میرے نام (بالکل کسی خواب کی بات ہو جیسے) شاید میں بہت آئیڈیلست یا تخیلاتی ہوں کہ مجھے یہ خوبصورت خیال اسی وقت آرہا ہے کہ شاید اقبال نے عطیہ فیضی کو بھی ایسے ہی خطوط لکھے ہوں گے ایسے ہی پیارے باوقار اور منفرد۔ آپ اقبال ضرور ہیں لیکن مجھے کہنے دیں کہ میں عطیہ ہرگز نہیں ہوں کیونکہ عطیہ بیگم نے مجھے یقین ہے کہ اقبال کو اس طرح فضول باتوں اور خودنمائے سے بھرے خط ہرگز نہ لکھے ہوں گے۔

بے حد مسرت و فخر کا مقام ہے کہ رُودین صاحب نالیہ کی بے حد

تعظیم کرتے ہیں اور اُس کی تحریر و دانش اور خیالات کی قدر کرتے ہیں لیکن اگر وہ ایک پھٹچر سے عرب شیخ بھی نہیں ہیں اور حرم وغیرہ نہیں رکھتے تو تب بھی کوئی فرق نہیں پڑتا کہ نتالیہ کو اچھی طرح معلوم ہے کہ اُسے ختم تو کیا جاسکتا ہے لیکن یہ کسی قیمت پر بھی قبول نہیں کیا جاسکتا کہ اُس پر کسی غیر سید تو کیا غیر رومی کا سایہ تک بھی پڑے اس لیے نتالیہ اپنے آپ کو ختم کرنے کی بات تو سوچ سکتی ہے لیکن یہ تو خواب بھی نہیں دیکھ سکتی کہ اُسے رُودین کے پاس بھیجا جاسکتا ہے اس لیے اُس نے اس بارے میں کبھی سوچا تک نہیں کہ یوں بھی ہو سکتا ہے۔ کیا ہو سکتا ہے؟

سوان کے کمرے میں لینن کی فریم شدہ تصویر ہے۔ دیوار پر، مینٹل پیس پر رُوسی ڈیکوریشن پیسز ہیں۔ میز پر رُوسی ٹیبل لیپ ہے اور الماری میں مارکس اینگلسز، لینن اور ماؤ کی کتابیں ہیں اور بے شمار دوسری۔ اسی موضوع پر اردو انگلش کتابیں جیسے ”موسیٰ سے مارکس تک“ اور رُوسی اور بلغاری ادب و رسالے وغیرہ اور ان ہی کتابوں کی وجہ سے میں جی گویرا اور حسن ناصر اور حبیب جالب جیسے لوگوں کو جانتی ہوں (جالب کی کتاب ”سرِ مقتل“ بھی ان کتابوں میں ہے) لینن کا ایک بہت خوبصورت سفید چینی کا مجسمہ بھی ہے کتاب پڑھتا ہوا۔

دربار پر کل مجلس تھی اور اب بابا جلد ہی سامان سفر باندھ رہے ہیں سندھ اور بلوچستان کے ایک طویل دورے کے لیے۔ سیہون شریف، حیدر آباد، ٹھٹھہ، اوستہ محمد، کوئٹہ، ملتان پتہ نہیں کہاں کہاں عبادتیں ریاضتیں کریں گے یا چلے اور وظیفے پڑھیں گے۔ اس دوران بابا کے بھائی دربار پر رہیں گے۔ اپنے عزیز ہیں مگر سچ بہت غلط آدمی ہیں بالکل بابا کے برعکس۔ اکثر کسی سے سیمنٹ، کسی سے گھی لے کر بابا کو بدنام کر دیتے ہیں اور کریکٹر کے لحاظ سے بھی یہ ہے کہ اگر سادات رومی نہ ہوتے تو لوگ کھلم کھلا ان کو بدکردار کہتے۔ ان کے بیٹے بھی ایسے ہی ہیں۔ پورے لوفر، میٹرک تک بھی نہیں کر سکے ہیں۔

”نتالیہ“

تسلیمات!

پچھلے دنوں میں نے آپ کو زودین کے بعد ایک اور نام دے ڈالا۔
 ورڈزور تھ مجھے بے تحاشہ طور پر پسند ہے اور اب ایک دم احساس ہوا کہ ”تم تو
 ورڈزور تھ بھی ہو“ اسی طرح سوچنے، لکھنے اور متاثر کرنے والے پسند آنے والے۔
 کبھی مجھے آپ اقبال کی طرح لگتے ہیں۔ عطیہ فیضی والے اور مجھے سمجھ نہیں آتا آپ
 کو کیا کیا نام دوں۔ کیا آپ کے ذہن میں بھی کبھی کوئی نام آیا میرے لیے! وہ نتالیہ
 کا نام تو میں نے خود ہی اپنے آپ کو دے ڈالا ہے غالباً زودین کے حوالے سے۔
 یہ تو ایک بے تعبیر خواب ہے کہ میں آپ کے ساتھ کسی خاموش پُرسکون
 ٹھنڈے نیم روشن ماحول میں بیٹھ کر چینی کھانا کھا سکوں (میرا خیال ہے کہ کھائیں
 صرف آپ میں تو کسی سحر زدہ ماحول کی طرح آپ کو دیکھتی رہوں سنتی رہوں.... اور
 کیا پتہ آپ بھی نہ کھاسکیں) یا لاہور میوزیم کے پراسرار نیم تاریک وسیع وعریض
 اور اونچی چھتوں والے کمروں میں تاریخ کے درمیان آہستگی سے گھوم سکوں آپ
 کے ہمراہ۔

میں نے آپ کا خط پڑھ کر اپنے آپ سے سوال کیا کہ تم کیا اہتمام کرو
 اگر کبھی ملاقات کرنی ہو تو... تو مجھے جواب ملا کہ میں ڈارک براؤن یا اپنے پسندیدہ
 نیوی بلیورنگ کا کوئی بہاروں کا آئینہ دار لباس پہنوں گی، اپنے بال بہت خوبصورتی
 سے شانہ کروں گی اور بس اپنی پسندیدہ خوشبو لگاؤں گی کیونکہ اور سب چیزیں میک
 اپ کی میرا خیال ہے کہ انسان کی اس کے چہرے کی اصل خوبصورتی اور حسن کو چھپا
 دیتی ہیں۔ آپ کا اپنا رنگ و روپ بھی مصنوعی رنگوں میں چھپ جاتا ہے۔
 آپ کا بیٹا مجھے بے حد بے حد پیارا لگا.... اور میں نے سوچا کہ... کبھی
 میرے پاس بھی آپ کے بیٹے جیسا ایک بیٹا ہوگا... لیکن شاید وہ اتنا پیارا نہ ہو کیونکہ
 اس میں صرف میری شخصیت شامل ہوگی آپ کی نہیں۔

میں نے گزشتہ دنوں اپنی ایک کزن سے کہا تھا کسی بات پر کہ مجھے اس
 دنیا میں بالکل نہیں پیدا ہونا تھا۔ اتنی بے کار فضول اور عام دنیا۔ تو وہ بولی جی ہاں
 تمہیں تو کوہ قاف پر پیدا ہونا تھا۔ یہی کہنا چاہتی ہوں! میں نے بے حد خوش ہو کر

کہا کہ ہاں تم نے ٹھیک سمجھا ہے کیونکہ کوہ قاف میں نے سوان سے سنا ہے کہ جا رجیا میں ہے رُوسی ریاست میں۔ وہ کچھ سمجھ نہ سکی اور میں اسے یہ سمجھا بھی نہیں سکی کہ میں نے زندگی سے ہمیشہ سے کیا چاہا ہے، کیا سوچا ہے اور کتنی مختلف زندگی گزارنے کی تمنا کی ہے۔ مجھے تو اور کچھ نہیں تو کانونٹ کی پاکیزہ مقدس اور الوہی بلندی پر فائز راہبہ بننا ہی اس قدر اچھا لگتا تھا اور ہے۔

عام زندگی گزارنے کے تصور سے ہی جیسے مجھے لگتا ہے کہ آہستہ آہستہ مر جاؤں گی، مرتی رہوں گی ہر دن۔ حالات سے ہار مان لینا انسان کی موت ہی تو ہوتی ہے ناں۔ اور آہستہ آہستہ مرنے سے تو کیا یہ بہتر نہیں کہ آدمی ایک دم ہی مر جائے۔

آج کل مکئی کی فصل تیار ہے۔ ہر گھر میں چھلیاں (بھٹے) بھنتی ہیں اور کتنی اچھی میٹھی مہک آ رہی ہوتی ہے ہر طرف۔ کیا آپ نے بھی یہ محسوس کی ہے کبھی۔

بارشوں کا کیا حال ہے۔ یہاں تو بڑے بانکے دیہاڑے ہیں۔ ہر چیز مسکرا کر دیکھنے اور پیار کرنے کے قابل، سبزہ آسمان، پھول پتے، درخت پرندے سب کچھ لیکن جب غور کر دو سوچو تو ہر چیز کے پیچھے کچھ نہ ہونے کا احساس پتہ نہیں کیوں۔

”نتالیہ“

تسلیمات!

ایک تو دن ہی غم و سوگ تھے اور پھر آپ کا خط بھی نہیں آیا تھا۔ اس قدر شدید اُداس اور بیزاری تھی کہ بس مرجانے کو دل چاہتا تھا۔ بکھر جانے کو اور خوب رونے کو۔ غم حسین تو جیسے رونے کا بس ایک بہانہ تھا۔

اپنے بارے میں بہت سنجیدگی سے سوچتی بھی رہی کہ میں کیا ہوں اور اپنے آپ سے کیا چاہتی ہوں اور زندگی سے بھی۔ جب کہ مجھے کیا چاہنا چاہیے، کیا سوچنا چاہیے اور نتیجے میں سخت بیزار رہی۔ اپنے آپ سے بھی زندگی سے بھی اور ہر